

فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ۖ ط

تو جو کرے ذرہ بھر بھلائی تو دیکھے گا اسے

اِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالدِّيَّاتِ

(الحديث)

﴿ حدیث نیت کی محققانہ تشریح ﴾

شیخ

شیخ الاسلام والمسلمین

حضرت علامہ محمد رفیع فیاضی شریعی جیلانی
سید عالمی



كُلُّ بَلَدٍ اِسْلَامٌ مُّشْرِقٌ
كُلُّ بَلَدٍ اِسْلَامٌ مُّشْرِقٌ

نہیں بلکہ ہر ملک شریعت کا ہے

بہ اجازت حضور شیخ الاسلام
'جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ'

نام کتاب:	'اِنَّمَا اَلْعَمَالُ بِالنِّيَّاتِ' ﴿حدیث نیت کی محققانہ تشریح﴾
شارح:	شیخ الاسلام، حضرت علامہ سید محمد مدنی اشرفی، جیلانی مدظلہ العالی
پیش لفظ:	محمد مسعود احمد سہروردی، اشرفی
کمپیوٹر کتابت:	منصور احمد اشرفی
اشاعت اول:	رمضان المبارک ۱۴۲۵ھ / اکتوبر ۲۰۰۴ء
تعداد:	۵۰۰۰
اشاعت دوم:	محرم الحرام ۱۴۲۸ھ / فروری ۲۰۰۷ء
تعداد:	۲۰۰۰
اشاعت سوم:	سفر ۱۴۲۹ھ / فروری ۲۰۰۸ء
تعداد:	۲۰۰۰

www.ashrafitimes.com

پیش لفظ

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ۔۔۔ اَمَّا بَعْدُ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ! یہ کتاب اس مشن کے اشاعتی سلسلے کی دسویں کڑی ہے جسکی اب تیسری مرتبہ طباعت ہو رہی ہے۔ ہماری دعا ہے کہ رب تبارک و تعالیٰ ہمیں یونہی تو فیق مرحمت فرماتا رہے کہ ہم دین اسلام کے پیغام کو احسن طریقوں سے مسلمانوں اور غیر مسلموں تک پہنچاتے رہیں ﴿آمین﴾

حضور شیخ الاسلام نے ۱۹۷۷ء میں ’مشکوٰۃ شریف‘ کی مفصل شرح تحریر فرمانے کا آغاز کیا تھا جو ماہنامہ ’المیزان‘ کچھوچھو شریف میں بعنوان ’تفہیم الحدیث‘ ہر ماہ پابندی سے چھپنے لگا۔ یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہا جب تک ’المیزان‘ نکلتا رہا۔ ’المیزان‘ کے بند ہو جانے کے بعد شرح لکھنے کا سلسلہ بھی موقوف ہو گیا۔ مولانا سیف خالد اشرفی صاحب، ڈائریکٹر شیخ الاسلام اکیڈمی، بھگلپور، بہار، انڈیا، نے ان شماروں سے حضرت کی تحریر کردہ شرحوں کو یکجا کیا۔ حضرت کی اجازت سے اس ادارے نے چالیس احادیث کی شروحات کو ’الاربعین الاشرافی‘ کے عنوان سے اور اس کے علاوہ حدیث محبت اور حدیث جبرائیل علیہ السلام کی شروحات اور زیر نظر حدیث نیت کی شرح کو علیحدہ علیحدہ شائع کیا۔ اجازت مرحمت فرمانے پر ہم حضور شیخ الاسلام کے بے حد شکر گزار ہیں کہ ہمیں بھی دین اسلام کی خدمت کا موقع ملا۔

شارح حدیث شریف، حضور شیخ الاسلام نے زیر نظر حدیث نیت کی شرح نہایت ہی محققانہ اور بڑے ہی سادہ انداز میں تحریر فرمائی ہے۔

۔۔۔ حضرت فرماتے ہیں:

’تمامی آئمہ حدیث اس بات پر متفق ہیں کہ یہ حدیث شریف، کثرت فوائد کے لحاظ سے فضل و شرف میں بڑا اونچا مقام رکھتی ہے اور اصول دین سے ایک اصل عظیم ہے۔ بعضوں نے تو اسکو نصف علم قرار دیا ہے۔‘

حدیث نیت، اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ، کس نے نہ سنی ہوگی مگر اسکے پیغام کا کامل ادراک بہت ہی کم کو ہوگا۔ دین کے دوسرے احکامات سمیت، اس بات کی بھی اشد ضرورت ہے کہ ہر مسلمان

اہم مضمون پر مبنی اس حدیث کا بھی پورا پورا علم رکھیں، نیتوں کو سنوار کر اعمال خیر کے ذریعہ زیادہ سے زیادہ ثواب اکٹھا کریں۔ اس شرح نے ظاہر کر دیا کہ متعدد نیتیں رکھتے ہوئے ایک ہی عمل خیر کے ذریعہ بہت سارا ثواب اکٹھا کیا جاسکتا ہے۔ جس کا ہر مسلمان کو حریص ہونا چاہئے۔

عمل مباح، نیت خیر سے مستحب و مستحسن ہو جاتا ہے۔ حضرت نے اس نکتہ کو اس سادگی سے سمجھایا کہ اہلسنت کے سینکڑوں معمولات، کہ جن میں عوام تذبذب کا شکار ہو رہی ہے، کی حقیقت اور اصلیت کھل کر سامنے آگئی۔

--- حضرت نے فرمایا:

’بلکہ جتنی عظیم نیت کے پیش نظر یہ اعمال انجام دئے جائیں گے، اتنے ہی عظیم فوائد اور ثواب ان پر مرتب ہوں گے۔۔۔ اور حدیث شریف کو سمجھ لینے کے بعد اختلافی مسائل کی بہت ساری گتھیاں سلجھائی جاسکتی ہیں۔‘

حضرت نے شرح کے تحت، ہجرت کے باب میں بڑی سیر حاصل گفتگو کی اور حدیث کا مفہوم کھول کر سامنے رکھ دیا۔ ہجرت کے ضمن میں ’جہاد بالنفس‘ کا ذکر کرتے ہوئے عقل اور نفس کی پہچان کرائی اور ان دو کے تقاضوں پر روشنی ڈالی۔ حضرت نے ’اہل عقل‘ و ’اہل نفس‘ کا تعارف بھی بڑی ہی خوبصورتی سے کروا دیا ہے۔

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ شارح رحمۃ اللہ علیہ کی صحت اور عمر میں برکت عطا فرمائے۔ ہم حضور شیخ الاسلام سے مؤند بانہ گزارش کرتے ہیں کہ شروع کا سلسلہ دوبارہ شروع کیا جائے تاکہ آپ کے قلم سے نکلے ہوئے الفاظ کے موتیوں کی چمک سے مسلمانان عالم کے دل منور ہو جائیں۔

آخر میں ہم اپنے تمام بزرگوں اور احباب کا شکریہ ادا کرتے ہیں جو ہماری حوصلہ افزائی فرماتے ہیں۔ انشاء اللہ زیر نظر شرح کو ادارہ بہت جلد انگریزی میں بھی شائع کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ اپنی توفیق ہمارے شامل حال رکھے۔

امین بجاہ النبی الکریم والہ واصحابہ اجمعین

ابومصور محمد مسعود احمد سہروردی اشرفی

چیئر مین

یکم ربیع الاول ۱۴۲۹ھ بطابق ۱۰ مارچ ۲۰۰۸ء

گلوبل اسلامک مشن، انک

حدیثِ نیت

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَإِنَّمَا لِامْرِئٍ مِمَّا نَوَىٰ فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ فَهِجْرَتُهُ إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى دُنْيَا يُصِيبُهَا أَوْ امْرَأَةٍ يَتَزَوَّجُهَا فَهِجْرَتُهُ إِلَىٰ مَا هَا جَرَ إِلَيْهِ۔

﴿متفق علیہ﴾

’امیر المومنین حضرت عمر ابن الخطاب ؓ سے مروی ہے کہ حضور آیتہ رحمت ؐ نے فرمایا، بارگاہِ حق تعالیٰ میں کوئی عمل بغیر نیت مقبول و معتبر نہیں۔ ہر شخص کیلئے وہ ہی ہے جو نیت کرے۔ پس جس کی ہجرت، اللہ و رسول کی طرف ہو، تو اس کی ہجرت اللہ و رسول ہی کی طرف ہوگی اور جس کی ہجرت دنیا حاصل کرنے یا عورت سے نکاح کرنے کیلئے ہو، اس کی ہجرت اس طرف ہوگی جس کیلئے کی۔

وَالسَّلَامُ
عَلَيْهِمَا
صَلَّى اللَّهُ

تشریح

إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ
کوئی عمل بغیر نیت مقبول و معتبر نہیں۔

بعض روایتوں میں ہے الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ، بعض میں ہے الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّةِ اور بعض میں الْعَمَلُ بِالنِّيَّةِ ہے۔ لیکن ان تمام عبارتوں سے مقصود و مراد یہی ہے کہ کوئی عمل، خواہ قلب کا ہو یا قالب کا، 'اخذ' سے متعلق ہو یا 'ترک' سے، قول ہو یا فعل، عبادات سے ہو یا عادات سے، بے نیت مقبول و معتبر نہیں اور اس پر ثواب کا ترتب نہیں۔

اکثر مصنفین علم حدیث نے اپنی کتابوں کی ابتداء اسی حدیث شریف سے فرمائی ہے اور بعض مشائخ متقدمین نے امور دین کے ہر امر کے آغاز اور دینی تالیفات کی ابتداء میں اس حدیث شریف کی تقدیم کو مستحسن قرار دیا ہے۔ اس میں طالب علم حدیث۔۔۔ نیز۔۔۔ طالب علم دین کیلئے یہ تنبیہ و ترغیب ہے کہ اس علم شریف کی طلب و تحصیل کیلئے حسن ارادہ اور خلوص نیت ضروری ہے۔ اور اخلاص کا اغراض و اعراض کے شائبہ سے خالی ہونا لازمی ہے۔ اسلئے کہ علم شریف کی طلب کی راہ میں آنا خدا اور رسول کی طرف ہجرت کرنے اور انکی طرف مائل ہونے کے مترادف ہے۔ تو جس طرح راہ خدا اور رسول میں آنے کیلئے خلوص نیت شرط ہے، اسی طرح یہاں بھی شرط ہے۔

تمامی ائمہ حدیث اس بات پر متفق ہیں کہ یہ حدیث شریف، کثرت فوائد کے لحاظ سے فضل و شرف میں بڑا اونچا مقام رکھتی ہے اور اصول دین سے ایک اصل عظیم

ہے۔ بعضوں نے تو اسکو نصف علم قرار دیا ہے، اس اعتبار سے کہ اعمال کی دو قسمیں ہیں:

﴿۱﴾۔۔۔ اعمالِ قلب ﴿۲﴾۔۔۔ اعمالِ قالب اور نیت

۔۔۔ ہر عملِ قلب کی اصل ہے۔ اور اگر اس نقطہء نظر سے دیکھا جائے کہ جملہ اعمال، خواہ عبادات سے ہوں یا عادات سے، بے نیت، بارگاہِ الہی میں مقبول و معتبر نہیں اور ان پر کوئی ثواب مرتب نہ ہوگا، تو اس قول کی بھی گنجائش نکل آئے گی کہ یہ حدیث شریف تمام علم اور مجموعِ دین سے ہے۔ اسلئے کہ دین کا کوئی عمل نہیں جو بے نیت سودمند ہو۔

تمام علمائے دین اس حدیث کی صحت پر متفق ہیں۔ بعض کے نزدیک یہ ’متواتر‘ ہے۔ جب یہ معلوم ہو گیا کہ جملہ اعمال کے ثواب کا دار و مدار نیت پر ہے، تو اب یہ کہنا حقیقت پر مبنی ہوگا کہ وہ اعمال جن کا مقصود صرف ثواب ہو، وہ بغیر نیت غیر صحیح و ناجائز ہونگے۔ اسلئے کہ جب ان اعمال سے ثواب کے سوا کوئی اور غرض نہیں، اور حصولِ ثواب بے نیت ممکن نہیں، تو پھر ان اعمال کا بغیر نیت کے عبث و نادراست ہونا ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے۔ ایسے اعمال کو ’مقصود لذاتہ‘ کہا جاتا ہے۔ رہ گئے وہ اعمال جو ثواب کے علاوہ کوئی اور غرض بھی رکھتے ہوں اور جن سے کوئی اور مقصد بھی متعلق ہو۔۔۔ الحاصل۔۔۔ وہ ’بذاتہ‘ مقصود نہ ہوں بلکہ دوسرے مقصود کا وسیلہ بنتے ہوں، تو ایسے اعمال کا ثواب اگرچہ ’مشروط بہ نیت‘ ہے لیکن بے نیت بھی وہ جائز رہیں گے، اگرچہ ثواب ان پر مرتب نہ ہو۔ چونکہ یہ اعمال مقاصد رکھتے ہیں تو ان کا وجود اپنے ہر مقصد کے ضمن میں ہو جائے گا۔ اب اگر ان کا کوئی ایک مقصد حاصل نہ ہو تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کا دوسرا مقصد بھی حاصل نہ ہو۔ ایسے اعمال کو ’مقصود لغیرہ‘ کہا جاتا ہے۔

دوسرے لفظوں میں اسے ’وسیلہ عمل دیگر‘ کہہ لیجئے۔۔۔ مثلاً۔۔۔ نماز مقصود

لذاتہ ہے، اس سے صرف ثواب، یعنی ’تقرب الی اللہ‘ مقصود ہے۔ اور ’تقرب الی

اللہ کے مقصد کا نام 'نیت' ہے، تو اگر نماز میں یہ قصد نہ ہو، بہ لفظ دیگر نیت نہ ہو، پھر اس کا مقصد فوت ہو جائے گا اور وہ صحیح نہ ہوگی۔

'مقصود لغیرہ' کی مثال میں وضو کو لے لیجئے، چونکہ وضو سے مقصود نماز ہے، لہذا یہ بے نیت بھی صحیح و جائز ہوگا۔۔۔ الحاصل۔۔۔ وضو بے نیت پر ثواب نہیں لیکن اس سے نماز ہو جائے گی۔ اس امر کی طرف اشارہ گزر چکا ہے کہ 'نیت' سے یہاں 'قصد' تقرب الی اللہ مراد ہے۔ یعنی جو کام کرے خدا کیلئے کرے اور امثال امر اور طلب رضائے الہی کو ملحوظ خاطر رکھے تو نیت دل کے کام کا نام ہوا، زبان سے کہنا ضروری نہیں۔ فقہائے کرام کا ارشاد ہے کہ 'مستحب ہے کہ زبان سے بھی کہہ لیا جائے' تاکہ زبان دل کے موافق، اور ظاہر باطن کے مطابق ہو جائے۔ اگرچہ تلفظ نیت صحت نماز کیلئے شرط نہیں، مگر نیت کے معنی کا تعقل اور اس کا دل میں استحضار، ذکر الفاظ سے آسان ہو جاتا ہے۔ ہاں الفاظ نیت کو بالجبر کہنا بالاتفاق نامشروع ہے۔

جب 'نیت' ارادۂ قلب کا نام ہے تو اگر کوئی ایسی شکل ہو کہ زبان پر نہ ہو یا زبان سے کچھ اسکے خلاف نکل جائے تو کوئی حرج نہیں:

وَأَنَّمَا لِامْرِئٍ مَّا نَوَّاهُ

مرد کو صرف اس عمل کا ثواب ملے گا جسکی اس نے نیت کی

بعض روایتوں میں یوں ہے کہ اَنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ لِّعْنِ لَفْظ 'کُل' کا اضافہ ہے۔ یہ جملہ کلام سابق کی تاکید ہے۔ دونوں کا مال ایک ہے کہ عمل بے نیت صحیح و معتبر نہیں اور ہر عمل کیلئے ایک نیت مخصوص ہے تو ہر شخص کی قسمت میں اس عمل سے وہی ہے جسکی اس نے نیت کی تو اگر کسی عمل سے متعدد نیتیں وابستہ ہو سکتی ہیں تو اس میں جس جس کی نیت کی جائیگی، اس کا ثواب ملے گا۔۔۔ مثلاً۔۔۔ کسی ایسے فقیر کو کچھ دیا گیا

جو اپنا قریب و خویش بھی ہو اور نیت صرف فقیر کی کی گئی، قرابت کا لحاظ نہ کیا گیا، تو صدقہ کا ثواب ملے گا لیکن صلہ رحمی کا اجر نہ ملے گا۔ اور اگر قرابت کا خیال کیا اور فقیر کا لحاظ نہ کیا تو صرف صلہ رحمی کا ثواب میسر ہوگا لیکن صدقہ کے ثواب سے محرومی رہے گی۔ اور اگر دونوں کا لحاظ کر لیا گیا تو دونوں قسم کے ثواب سے بہرہ مندی ہوگی۔۔۔ الحاصل۔۔۔ ایک ہی شخص، ایک ہی عمل خیر سے متعدد نیتوں کے واسطے سے بہت سارے ثواب اکٹھا کر سکتا ہے۔۔۔ مثلاً۔۔۔ مسجد میں بیٹھنا ایک عمل ہے، اس سے متعدد نیتیں متعلق ہو سکتی ہیں اور ہر نیت پر ایک ثواب مرتب ہوتا ہے۔ مسجد میں بیٹھنے سے متعلق چند نیتوں کی طرف اشارہ کرتا چلوں:

﴿۱﴾۔۔۔ حدیثوں سے ثابت ہے کہ مسجد خانہ خدا ہے اور جو مسجد میں آتا ہے گویا اللہ کی زیارت و یافت کیلئے آتا ہے اور اللہ تعالیٰ کریم ہے اور ہر کریم اپنے زائرین کی ضیافت کو اپنے ذمہ کرم پر رکھتا ہے۔ مسجد میں بیٹھنے کی ایک نیت یہ بھی ہے کہ اس فضیلت و کرامت کو پالیا جائے۔

﴿۲﴾۔۔۔ حدیث صحیح ہے کہ جو نماز کا انتظار کرتا ہے وہ گویا نماز ہی میں ہے، اور اس نماز کو ادا کر رہا ہے جس کا وہ منتظر ہے۔ بعض مفسرین کے نزدیک آیہ کریمہ:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا

﴿سورۃ آل عمران: ۲۰۰﴾

۔۔۔ میں 'مرابطت' سے یہی مراد ہے۔ حدیث میں ہے کہ نماز کے بعد نماز کا انتظار خطاؤں کے محو اور گناہوں کے کفارہ اور رفع درجات کا موجب ہے۔۔۔ مکرر ارشاد فرمایا گیا ہے:

فَذَالِكُمْ الرِّبَاطُ فَذَالِكُمْ الرِّبَاطُ

﴿۲﴾۔۔۔ ایک دوسرے کو ایک دوسرے سے مربوط کرنا یعنی ملانا

﴿۱﴾۔۔۔ پانا

--- مسجد میں نشست کی ایک نیت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ نماز باجماعت کے انتظار کی سعادت حاصل کرنی ہے۔

﴿۳﴾ --- ایک نیت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ جب ہم مسجد میں رہیں گے تو ہماری آنکھیں وناک --- نیز --- تمام اعضاء ان معاصیٰ و منہیات سے محفوظ رہیں گے جو کوچہ و بازار میں ہوتے رہتے ہیں۔

﴿۴﴾ --- ہر شخص کو چاہئے کہ جب مسجد میں آئے تو اعتکاف کی نیت کرے، بقول اس شخص کے جو فرماتے ہیں کہ مدت اعتکاف کم از کم ایک ساعت ہے۔ تو اعتکاف کی نیت سے مسجد میں بیٹھ کر اپنے کو اس آسان ترین عبادت سے جسکی تحصیل سے عوام غافل ہیں، اپنے کو مشرف کیا جاسکتا ہے۔

﴿۵﴾ --- حضور آیۃ رحمت ﷺ کی بارگاہ بے کس پناہ میں صلوٰۃ و سلام کا نذرانہء محبت پیش کرنے کے مقدس ترین عمل کی نیت سے مسجد کی مقدس زمین کا انتخاب کیا جاسکتا ہے اور اسکے علاوہ دوسری ان دعاؤں کی نیت سے مسجد کا رخ کیا جاسکتا ہے جو مسجد میں داخل ہونے اور باہر ہونے سے متعلق مسنون و ماثور ہیں، اور بے شمار فضیلت و ثواب کی حامل ہیں۔

﴿۶﴾ --- مسجد میں بیٹھنے کی ایک نیت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ ذکر الہی اور تلاوت قرآن یا سماعت قرآن کیلئے تنہائی حاصل ہو۔ یا ذکر خداوندی وغیرہ کی لوگوں کو ترغیب دی جائے اور مجاہد فی سبیل اللہ کا درجہ حاصل کیا جائے۔ اسلئے کہ حدیثوں میں ہے کہ جو مسجد میں ذکر تذکیر

کیلئے جاتا ہے وہ مجاہد فی سبیل اللہ کی مانند ہے۔۔۔ نیز۔۔۔ روایتوں میں ہے کہ خانہء خدا میں تلاوت کرنے والے کے ارد گرد ملائکہ کا اجتماع ہوتا ہے اور رحمت خداوندی اس پر جلوہ گستر ہوتی ہے۔

﴿۷﴾۔۔۔ بہ قصد حصول ثواب حج و عمرہ میں بھی مسجد میں آنا ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ روایتوں میں ہے جو با وضو مسجد میں جائے اور نماز پڑھے اس کو حج و عمرہ کا ثواب ملتا ہے، بالخصوص مسجد نبوی شریف میں۔

﴿۸﴾۔۔۔ مسجد میں اس نیت سے بھی آیا جاسکتا ہے کہ چونکہ مسجد میں لوگوں کا اجتماع ہوتا ہے لہذا علم دین کے افادہ و استفادہ اور امر معروف و نہی منکر کا اچھا موقع میسر ہوتا ہے۔

﴿۹﴾۔۔۔ بہ قصد زیارت برادر دینی جو راہ خدا میں مددگار ہو مسجد کا رخ کیا جاسکتا ہے۔

﴿۱۰﴾۔۔۔ اس ارادہ سے بھی مسجد میں جاسکتے ہیں کہ اس طرح سے مسجد میں رہنے والوں اور آنے والوں کو سلام کرنے کا موقع میسر آئے گا۔ ﴿۱۱﴾۔۔۔ چونکہ مسجد میں جمعیت خاطر^۱ اور حصول فراغ^۲ ہوتا ہے، لہذا تفکر و مراقبہ و قوت فکر یہ کی امور آخرت کی طرف توجہ اور تقصیرات^۳ سے استغفار کے ارادہ سے آسکتے ہیں۔

﴿۱۲﴾۔۔۔ مسجد میں چونکہ اللہ تعالیٰ کی خاص تجلی گاہ ہیں اور خدا کی طرف انکی نسبت ہے لہذا انکی روحانیت سے ایک ایسے ذوق و نورانیت کا حصول ہوگا جس سے مشاہدہ حق سے اتصال^۴ اور ذات مطلق کے شہود میں استغراق^۵ کی کیفیت حاصل ہوگی۔۔۔ نیز۔۔۔ باطن کا حضور

﴿۱﴾۔۔۔ دل جمعی یاد دل کی یکسوئی ﴿۲﴾۔۔۔ فراغت کا حاصل ہونا ﴿۳﴾۔۔۔ قصور کی جمع ہے

﴿۴﴾۔۔۔ ملنا ﴿۵﴾۔۔۔ کسی چیز میں ڈوب جانا

اور دل کا سرور میسر ہوگا۔۔۔ مزید برآں۔۔۔ مسجد میں دخول^۱ تو خود اعمال
آخرت سے ہے اور مسجد محل عبادت ہے۔۔۔ الحاصل۔۔۔ اس نیت
سے بھی مسجد میں دخول ہو سکتا ہے۔

ان اعمالِ مذکورہ اور انکے امثال و نظائر کو تو جانے دیجئے، نیت خیر اگر اعمال
طبعی و شہوانی سے متعلق ہو جائے تو اس کا بھی اجر و ثواب ملتا ہے۔۔۔ مثلاً۔۔۔ خوشبو جمعہ
کے دن یا کسی بھی دن لگانا۔

﴿۱﴾۔۔۔ بہ قصد اتباع سنت رسول اللہ ﷺ کہ آپ ﷺ خوشبو کو
محبوب رکھتے تھے۔

﴿۲﴾۔۔۔ بہ قصد تعظیم مسجد اور بدبو کے دفع کے ارادے سے تاکہ
اپنے یا دوسرے کو تکلیف نہ ہو۔۔۔ نیز۔۔۔ جو لوگ یا ملائکہ اسکے جلیس
و ہم نشین ہوں ان کو راحت و سکون حاصل ہو۔

﴿۳﴾۔۔۔ بہ قصد سد باب غیبت: یعنی بدبو کی وجہ سے جو اسکی غیبت
کر کے معصیت میں مبتلا ہو سکتا تھا اب وہ اسکی معصیت سے محفوظ
رہے گا۔ جب اس میں بدبو نہ رہے گی تو پھر کوئی اسکی بدبو کا ذکر بھی نہ
کرے گا۔ اور گناہِ مذکور کا ارتکاب بھی نہ کرے گا۔

﴿۴﴾۔۔۔ بہ قصد معالجہ دماغ: تاکہ دماغ تازہ ہو، فطانت^۲ و
ذکاوت^۳ زیادہ ہو اور علوم و معارف کا درک^۴ حاصل ہو، وغیرہ وغیرہ۔

اسکے برخلاف اگر محض لذاتِ جسمانی و شہواتِ نفسانی اور خودنمائی کیلئے خوشبو
لگاتا ہے تو ثواب سے محروم رہے گا۔ بلکہ مستحق ملامت و عتاب ہوگا۔ ان تفصیلات
سے یہ امر واضح ہو گیا کہ ہر کام کا دار و مدار اور ثواب کا حصول، نیت پر ہے۔

فوائد

نصوص شرعیہ جسکی حلت و حرمت کے بارے میں خاموش ہوں اور کہیں اس عمل کے حلال و حرام ہونے کی تصریح نہ ملے ایسے عمل کو 'عمل مباح' کہیں گے جسکا کرنا نہ کرنا دونوں برابر ہیں۔ اسی مقام پر یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ تمام اشیاء کی اصل 'اباحت' ہے۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ جس عمل کو اللہ و رسول نے حرام و حلال نہ فرمایا ہو اس عمل کو 'مباح' کہیں گے۔

۔۔۔ الحاصل۔۔۔ کسی عمل کو حلال یا حرام کہنا اس عمل کی اصل کے خلاف ایک حکم دینا ہے۔ اور اصل کے خلاف کوئی حکم لگانے سے پہلے دلیل کی ضرورت ہے۔ اس دلیل دینے کا ذمہ دار وہی ہے جو ایسا حکم لگائے۔ اگر نصوص شرعیہ میں اسکی کوئی دلیل نہیں تو وہ عمل اپنی اصل پر رہتے ہوئے 'مباح' رہے گا۔ یہیں سے یہ بات واضح ہو گئی کہ جو کسی عمل کو 'مباح' کہے اسکے ذمہ کوئی دلیل نہیں۔ اب اگر اس سے کوئی دلیل کا مطالبہ کرے تو یہ کھلا ہوا فریب ہے۔

'عمل مباح' سے 'نیت خیر' بھی متعلق ہو سکتی ہے اور 'نیت شر' بھی۔ اچھی نیت سے وہ 'عمل مباح' مستحب و مستحسن ہو جاتا ہے اور نیت شر سے ناجائز و حرام۔۔۔ الحاصل۔۔۔ جس درجہ کی نیت ہوگی اس درجہ کا حکم دیا جائے گا۔۔۔ مثلاً۔۔۔ کھڑا ہونا یہ ایک 'عمل مباح' ہے لیکن اگر کوئی اس ارادہ سے کھڑا ہو کہ طاق پر قرآن شریف رکھا ہوا ہے اور اسے اتار کر تلاوت کرنی ہے، تو ایسی صورت میں یہ 'قیام مباح' 'قیام مستحسن' ہو جاتا ہے۔ اور اگر اس نیت سے کھڑا ہو کہ طاق سے شراب کی بوتل اتار کر آلودہ معصیت ہونا ہے، تو ایسی صورت میں یہ 'قیام مباح' 'قیام حرام' ہوگا۔ اور اگر کسی قسم کی

کوئی نیت نہ ہو تو یہ قیام 'مباح' رہے گا، جسکے کرنے سے کوئی ثواب نہیں اور نہ کرنے سے کچھ گناہ نہیں۔

---الحاصل--- عمل مباح سے متعلق کوئی حکم صادر کرنے سے پہلے نیت عمل کو ملحوظ خاطر رکھنا ضروری ہے۔ اگر کوئی شخص فضول خرچی کرتا ہے اور بلا ضرورت روپیہ وغیرہ پانی کی طرح بہاتا ہے تو اس سے کہا جائے گا:

لَا خَيْرَ فِي الْإِسْرَافِ

دیکھ فضول خرچی میں کوئی بھلائی نہیں

---لیکن اگر وہ کسی عظیم مقصد اور نیک نیتی کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہاتھ کو کھولے ہوئے ہے تو اس سے کہا جائے گا:

لَا إِسْرَافَ فِي الْخَيْرِ

امر خیر اور عظیم مقصد کے حصول کیلئے کتنا بھی خرچ کر دیا جائے فضول خرچی نہیں --- دیکھئے نیت کے فتور کا وہ نتیجہ تھا اور نیک نیتی کا یہ انجام ہے۔ فائدہ کے ضمن میں جو امور ہیں انکال لباب یہ ہے۔

﴿۱﴾--- ہر چیز کی اصل مباح ہونا ہے۔

﴿۲﴾--- ہر مباح چیز، بہ نیت حسن، مستحسن ہو جاتی ہے اور اس پر ثواب مرتب ہوتا ہے۔

﴿۳﴾--- امر مستحسن کے حصول کیلئے کتنا بھی خرچ ہو جائے وہ فضول خرچی نہیں۔۔۔ لہذا فاتحہ، ایصالِ ثواب، تیجہ، چالیسواں، عرس، آستانہء جات اولیائے کرام پر حاضری، انکے مزاراتِ مقدسہ پر صندل و چادر پوشی، عطر پاشی و گل پوشی، آستانے پر قبہ جات کی تعمیر، بزم ذکر میلاد اور اسکی جملہ آرائش، قیامِ تعظیمی، وغیرہ مِنْ أَمْثَالِهَا وَنَظَائِرِهَا کو ان کی حقیقت اور اصلیت پر نظر رکھتے ہوئے 'مباح' ماننے

کے باوجود امر مستحسنہ سے شمار کریں گے۔ اسلئے کہ ان تمام کے ساتھ نیک نیتی اور عظیم مقاصد وابستہ ہو چکے ہیں۔ اب ان امور کے انجام دینے کیلئے کچھ بھی خرچ کیا جائے اسراف کے حکم میں نہ ہوگا۔ بلکہ جتنی عظیم نیت کے پیش نظر یہ اعمال انجام دئے جائیں گے، اتنے ہی عظیم فوائد اور ثواب ان پر مرتب ہوں گے۔ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ کی حقیقت تسلیم کر لینے والے کیلئے گنجائش نہیں کہ وہ مذکورہ بالا امور مستحسنہ کے انجام دینے والوں پر طعن و تشنیع کرے۔ ان حقائق کے واضح ہو جانے کے بعد یہ طعن و تشنیع، حدیث رسول سے انکار کے مرادف ہے۔ معلوم ہوا کہ صرف اسی حدیث شریف کو سمجھ لینے کے بعد اختلافی مسائل کی بہت ساری گتھیاں سلجھائی جاسکتی ہیں۔

حدیث مذکور کے پہلے حصے یعنی اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَاِنَّمَا لِمَرْي مَانُوٰی میں نیت کے مدارِ ثواب ہونے کا ذکر بطریق اجمال اور بطور قاعدہ کلیہ ہے۔ اسی کو دوسرے حصے میں مثالِ جزئی دے کر سمجھایا ہے:

فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ فَهِيَ جَرَّتُهُ اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ اِلَى دُنْيَا يُصِيبُهَا اَوْ اِمْرًا يَنْتَزِعُ جُهَا فَهِيَ جَرَّتُهُ اِلَى مَا هَا جَرَّ اِلَيْهِ۔

-- تو جس کا اپنے وطن کا چھوڑنا اللہ و رسول کی رضا اور ان کے احکام بر لانے کیلئے ہے، تو اس کی ہجرت اللہ و رسول کیلئے ہے۔ یعنی اللہ و رسول کی بارگاہ میں مقبول ہے اور اس پر ثوابِ عظیم مرتب ہوگا۔ اور جس شخص کی ہجرت دنیا کی طرف ہے تاکہ اسے دنیا حاصل ہو، یا کسی عورت کیلئے ہے کہ وہ اس سے نکاح کرے، اور اس میں خدا و رسول کی رضا اور ان کے کسی امر کی بجا آوری کا پہلو نہ ہو، تو اس کی ہجرت اس کی طرف ہے جس کی طرف اس نے ہجرت کی ہے، یعنی دنیا یا کسی عورت سے نکاح کرنا۔

جواہر پارے

﴿۱﴾۔۔۔ بعض روایتوں میں حدیث کے الفاظ اِلَیَّ الدُّنْيَا کے بجائے لِدُنْيَا ہے۔ دونوں کا حاصل ایک ہے۔

﴿۲﴾۔۔۔ فَحِجْرَتُهُ اِلَیَّ مَا هَا جَرَّ اِلَیْہِ فرمایا ہے۔ اور تحصیل دنیا یا ترویج انکا ذکر بہ صراحت اس دوسری عبارت میں نہیں کیا، بخلاف اسکے اللہ و رسول کا ذکر مکرر فرمایا ہے۔ اسلئے کہ 'دنیا' و 'زن' کے ذکر کی تکرار طبع خدا رسا پر مکروہ معلوم ہوتی ہے، بخلاف خدا و رسول کے ذکر کے، جس میں ایک لذت اور چاشنی ہے۔

﴿۳﴾۔۔۔ مجمل ذکر کرنے میں یہ بھی مصلحت ہے کہ اس صورت میں یہ ایک قاعدہ کلیہ کی طرح تمام ان امور کو شامل ہو جائے گا، جسکی طرف ہجرت کی جائے۔۔۔ نیز۔۔۔ ایسی شکل میں وہ صورتیں بھی اس میں داخل ہو جائیں گی جس میں 'حصول دنیا' اور 'ترویج زن' کے ساتھ ساتھ 'رضائے حق' اور 'امتثال امر' کی بھی نیت ملی ہوئی ہو۔ یہ آخری صورت بھی حصولِ ثواب سے خالی نہیں۔ بقدر نیت اس پر بھی ثواب مرتب ہوگا۔ لیکن ظاہر حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ شرکت کی صورت میں ثواب کا ترتب نہ ہوگا۔ ہاں اگر نیت حق غالب ہو تو ثواب کی توقع ہے۔۔۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ!

﴿۴﴾۔۔۔ یہاں دنیا سے مراد ہر وہ شے ہے جو ماسوائے حق ہو اور خدا سے غافل کر دینے والی ہو۔ چونکہ مردوں کا فتنوں اور ابتلا و آزمائش میں پڑنا عورتوں کے سبب بیشتر و سخت تر ہے۔ یہاں تک کہ سلوک راہ دین اور ذکر خدا کے مواقع میں عام انسانوں کیلئے ایک سخت ترین مانع عورتیں ثابت ہوتی ہیں۔ لہذا ذکر دنیا کے باوجود انکا الگ مستقل ذکر کر کے تحذیر و تنویف کی زیادتی مقصود ہے، گویہ بھی دنیا ہی میں شامل ہے۔

﴿۵﴾۔۔۔ عورتوں کے ذکر کی ایک قریب ترین وجہ یہ بھی ہے کہ ظہور اسلام سے پہلے اہل عرب نسبی عصیت میں شدت کے ساتھ مبتلا تھے، اپنے نسب والوں کے سوا دوسرے نسب والوں کو اپنا کفو نہیں سمجھتے تھے، لیکن جب خورشید اسلام طلوع ہوا اور عربی عصیت کم ہوئی تو ہر مسلمان دوسرے مسلمان کو اپنے برابر سمجھنے لگا اور باب مناکحت^۱ میں پرانی عصیت ختم ہو گئی تو کچھ لوگوں نے مدینہ منورہ عورتوں سے نکاح کی غرض سے بھی ہجرت کی تو سرکار نے یہ حدیث فرمائی اور عورتوں کا ذکر خصوصیت کے ساتھ موقع کی مناسبت کے پیش نظر فرمایا۔

﴿۶﴾۔۔۔ لغت میں ہجرت 'ترک و قطع' کو کہتے ہیں اور عرف شرع میں ایک زمین چھوڑ کر طلب رضائے حق کیلئے دوسری زمین پر جا بسنے کو ہجرت کہتے ہیں۔
 ﴿۷﴾۔۔۔ اس حدیث شریف میں ہجرت سے مراد وطن سے غیر وطن کی طرف منتقل ہو جانا ہے، خواہ وہ مکہ ہو یا اسکے علاوہ مدینہ ہو، یا اسکے سوا۔ طلب رضائے حق کیلئے ہو یا طلب رضائے حق کیلئے نہ ہو۔ ایسی صورت میں یہ ہجرت 'دنیا و زن' کی طرف ہجرت کو شامل ہو سکتی ہے۔

﴿۸﴾۔۔۔ اسلام میں دو طریقہ کی ہجرت واقع ہو چکی ہے:
 ﴿اول﴾۔۔۔ دار خوف سے دار امن کی طرف، جیسے مشرکان مکہ کے شر و فساد کے خوف سے ابتدائے اسلام میں بعض صحابہ کا حبشہ کی طرف ہجرت کرنا، یا بعض کا مکہ سے مدینہ کی طرف، رسول ﷺ کی ہجرت اور امر اسلام کے استقرار سے پہلے منتقل ہو جانا۔
 ﴿دوسرے﴾۔۔۔ دار کفر سے دار اسلام کی طرف، جیسے حضور آیۃ رحمت ﷺ کے مدینہ شریف میں تمکن و استقرار کے بعد مسلمانوں کا مکہ شریف سے یا اسکے علاوہ کسی اور جگہ سے مدینہ شریف کی طرف ہجرت کرنا، اس وقت باعتبار غالب مکہ سے مدینہ کی طرف مخصوص کر دی گئی تھی لیکن فتح مکہ کے بعد جب مکہ دارالاسلام ہو گیا، اس اختصاص

کو ختم فرما دیا گیا۔۔۔ بعض حدیثوں میں:

لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ

فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں

۔۔۔ آیا ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ فتح مکہ کے بعد مکہ سے ہجرت نہیں ہے۔ اس لئے کہ اب یہ دارالاسلام ہو گیا ہے۔

اب رہ گئی اصل ہجرت یعنی دارِ کفر سے منتقل ہونا تو اس کا حکم آج سے لیکر قیامت تک کیلئے باقی رکھا گیا ہے، ہر اس شخص کیلئے جو اس پر قادر ہو۔ حضور آیتہ رحمت ﷺ کے اس قول مبارک سے یہی مراد ہے، فرمایا ہے:

لَا تَنْقَطِعُ الْهِجْرَةُ حَتَّى تَنْقَطِعَ التَّوْبَةُ

ہجرت اس وقت تک منقطع نہ ہوگی اور اس کا حکم اس وقت تک برطرف نہ کیا جائے گا جب تک کہ توبہ منقطع نہ ہو جائے اور اس کا دروازہ نہ بند کر دیا جائے۔

﴿۹﴾۔۔۔ ہجرت کے ایک خاص معنی اور بھی ہیں جس کو ہجرت حقیقی اور 'ہجرت کبریٰ' کہا جائے تو نامناسب نہیں۔ وہ ہے 'موطن طبیعت' سے 'مدینہ شریعت' کی طرف منتقل ہو جانا۔ اور 'منہیات و مکروہات شرعیہ' کی دنیا سے اپنے کو الگ کر کے 'اطاعت مصطفوی' کے عالم میں بس جانا۔

۔۔۔ حدیث میں آیا ہے:

الْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ مَا نَهَى اللَّهُ عَنْهُ

۔۔۔ یعنی۔۔۔ مہاجر حقیقی اور کامل ہجرت کرنے والا وہ ہے جو ہر اس چیز کو

چھوڑ چکا ہو جن سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہو۔

۔۔۔ تو جیسے 'جہادِ نفس'، 'جہادِ اکبر' ہے، تو اسی طرح 'ہجرت از خواہشاتِ نفس'، 'ہجرت کبریٰ' ہے۔

﴿۱۰﴾۔۔۔ حدیث شریف میں ہے:

نِيَّةُ الْمُؤْمِنِ خَيْرٌ مِنْ عَمَلِهِ
مومن کی نیت اسکے عمل سے بہتر ہے۔

یہ حدیث اگرچہ اصطلاحِ محدثین میں صحیح نہیں ہے، لیکن اس کو موضوع بھی نہیں کہا گیا ہے۔ اسکی توضیح میں علماء کے مختلف اقوال ہیں۔

﴿الف﴾۔۔۔ نیت تنہا بغیر اقترانِ عمل بھی عبادت ہے اور اس پر ثواب مرتب ہوتا ہے بخلاف عمل جو ارجح کے، اسلئے کہ یہ سارے عمل حصولِ ثواب میں محتاجِ نیت ہیں۔

حدیثوں میں آیا ہے کہ محض اچھی نیت اور اچھے ارادہ کو کامل نیکی میں شمار کر لیا جاتا ہے۔۔۔ نیز۔۔۔ حدیثوں میں یہ بھی آیا ہے کہ اگر سونے والا یہ نیت کر کے سوئے کہ مجھے تہجد کی نماز کیلئے بیدار ہونا ہے تو اس کیلئے تہجد کا ثواب لکھ لیا جاتا ہے، اگرچہ غلبہء خواب کے سبب وہ صبح تک بیدار نہ ہو سکے، اور اس سے تہجد فوت ہو جائے۔ اس سلسلے میں اور بھی بہت سی حکایتیں ہیں۔۔۔ نیز۔۔۔ بہت ساری حدیثیں ہیں۔

﴿ب﴾۔۔۔ نیت کا محلِ دل ہے اور دل مکانِ معرفت ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ جو محلِ معرفت سے پیدا ہوا اور اس معدن و مخزن سے نکلے وہ اس سے فاضل اور شریف تر ہوگا جو اسکے غیر سے حاصل ہو۔

حضرت سہیل بن عبد اللہ قشیری رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے: آپ نے فرمایا ہے کہ عرش سے فرش تک کوئی مکان اللہ تعالیٰ کے نزدیک بندۂ مومن کے دل سے زیادہ عزیز نہیں، اسلئے کہ خدائے عز و جل نے

پوری مخلوق کو جتنے عطیہ اور جتنی کرامتیں عطا فرمائیں ہیں اس میں اس کی معرفت سے بڑھ کر اور عزیز تر اسکے نزدیک کوئی نعمت نہیں۔ اسلئے تو اپنی اس عزیز ترین نعمت یعنی معرفت کو رکھنے کیلئے اس عزیز ترین مقام یعنی دل مومن کا انتخاب کیا اور اس میں یہ دولت بے بہار رکھی۔ اگر دل مومن سے زیادہ عزیز خدا کے نزدیک کوئی اور مقام ہوتا، تو وہ اپنی معرفت کو اسی مقام پر رکھتا، یہاں نہ رکھتا۔۔۔ نیز۔۔۔ حضرت موصوف نے فرمایا کہ بندہ کی خسیس ترین ہمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جو عزیز ترین مکان ہو اس کو ذکر حق سے خالی رکھے، اور بے ادب وہ شخص ہے، جو دل میں اللہ کی رکھی ہوئی نعمت معرفت کو نکال دے اور اس کی جگہ دوسری چیز لائے۔

﴿ج۔۔۔ نیت، عمل سے بہتر ہے اسلئے کہ نیت پائدار اور باقی رہنے والی چیز ہے اور عمل ناپائدار اور فانی ہے۔ جنتیوں کا ہمیشہ جنت میں رہنا اور دوزخیوں کا ہمیشہ دوزخ میں رہنا، نیت کے سبب ہے جو دائمی ہے۔ اگر مذکورہ بالا انجام بقدر عمل ہوتا تو اسی زمانہ کی مقدار میں ہوتا، جتنے زمانہ تک عمل کیا ہے۔

﴿د۔۔۔ عمل میں ریاء عارض ہو جاتی ہے جسکی وجہ سے عمل فاسد اور بیکار ہو جاتا ہے بخلاف نیت خیر کے، اسلئے کہ یہ امر باطن سے ہے جہاں ریاء کا گز نہیں۔ بعض آثار سے ثابت ہے کہ جب ملائکہ بندوں کے اعمال بارگاہ حق میں پیش کرنے کیلئے جاتے ہیں تو رب تعالیٰ انکے بعض سے فرماتا ہے:

أَلْقِ تِلْكَ الصَّحِيفَةَ أَلْقِ تِلْكَ الصَّحِيفَةَ
اس صحیفہ کو نظر انداز کر دو

۔۔۔ فرشتہ عرض کرتا ہے الہ العالمین! تیرے بندے نے اچھی بات
کہی اور اچھا عمل کیا اس کو میں نے سنا دیکھا اور پھر نیکیوں کے دفتر
میں لکھ لیا تو جو بات کان سے سنی اور آنکھ سے دیکھی ہو اس کو کیسے نظر
انداز کروں۔ ارشاد باری ہوتا ہے:

لَمْ يُرِدْ بِهِ وَجْهِي
اس بندے نے اس عمل سے میری رضا نہیں چاہی ہے
۔۔۔ اور بعض فرشتوں سے ارشاد فرماتا ہے:

اُكْتُبْ لِفُلَانٍ كَذًا وَكَذًا
یعنی فلاں بندے کے نامہ اعمال میں عمل خیر لکھو

۔۔۔ فرشتہ عرض کرے گا الہ العالمین اس بندہ نے تو کچھ بھی عمل نہیں
کیا تو پھر کیا اور کیسے لکھوں؟ خطاب آتا ہے کہ اس نے نیت خیر کی
ہے اور عمل خیر کا ارادہ کیا ہے۔

﴿۔۔۔﴾ اعمال خیر بے شمار ہیں اور مومن کی نیت کا سب سے تعلق
ہے۔ اگر بندہ چاہے تو سب کی نیت کر کے جملہ اعمال کی نیتوں کو وجود
میں لے آئے لیکن تمام اعمال کا وجود میں لانا ناممکن ہے۔

۔۔۔ الحاصل۔۔۔ اعمال بے شمار کی نیت کرنا آسان ترین ہے، لیکن
بیشمار عمل کرنا دشوار ترین ہے۔ تو پتہ چلا کہ نیت کے ثواب کی کوئی حد
نہیں اور ساری نیکیاں اور عبادتیں اپنی نیتوں میں محدود و منحصر ہیں۔

اس قیاس پر کہا جاسکتا ہے کہ:

نَبِيَّةُ الْكَافِرِ شَرٌّ مِّنْ عَمَلِهِ
کافر کی نیت اسکے عمل سے زیادہ بری ہے

--- اس لئے کہ کافر کیلئے تمام معاصی کی نیت کا وجود تو ممکن ہے اور پھر
اس پر بیشمار عذاب گناہ متفرع لیکن اسکا عمل بہر حال محدود و منحصر ہے
--- نیز --- اس کیلئے جملہ اعمال کا وجود میں لانا ناممکن ہے۔

فوائد:

﴿۱﴾ --- حدیث کے الفاظ اگر اسی قدر ہوتے:

فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى اللَّهِ فَهِيَ هِجْرَتُهُ إِلَى اللَّهِ

--- تو بھی اصل مقصود پر کوئی اثر نہ پڑتا لیکن اللہ کے نام کے ساتھ 'وَالَّذِي رَسُولُهُ'
فرما کر اور رسول کریم کا نام ملا کر واضح کر دیا کہ ہر ہجرت الی اللہ، ہجرت الی الرسول
ہے۔ ایسے ہی ہر ہجرت الی الرسول، ہجرت الی اللہ ہے۔ ان دونوں میں کوئی
مغاڑت نہیں۔

﴿۲﴾ --- یوں بھی کہا جاسکتا تھا کہ:

فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ فَهِيَ هِجْرَتُهُ إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ

--- لیکن ایسا نہیں فرمایا گیا! بلکہ 'مشکوٰۃ المصابیح' کے اس نسخے میں جسکی طرف 'اشعۃ
اللمعات' نے واضح اشارہ کیا ہے اور جو نسخہ شیخ محقق کے زیر نظر تھا اس میں جس طرف
'اللہ' سے پہلے لفظ 'الی' لایا گیا ہے، اسی طرح 'رسولہ' سے پہلے لفظ 'الی' کا ذکر فرمایا گیا

ہے، تاکہ واضح ہو جائے کہ ہجرت کا تعلق اللہ و رسول دونوں سے بالاستقلال ہے۔ یعنی قرآن جس طرح رضائے الہی کیلئے ہجرت کا مطالبہ کرتا ہے اسی طرح رضائے رسول کیلئے بھی ہجرت کا طلب گار ہے۔ اب رہ گیا دوسروں کی رضاء کیلئے ہجرت کرنا! تو یہ اسی وقت نگاہ شریعت میں پسندیدہ ہو سکے گا، جبکہ انکی رضا اللہ و رسول کی رضا کی پابند و ماتحت ہو۔ اس مفہوم کی وضاحت اس آیت کریمہ سے ہوتی ہے:

۔۔۔ ارشادِ ربانی ہے:

أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِيَ الْأَمْرِ مِنْكُمْ

﴿سورة النساء، ۵۹﴾ اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور علماء مجتہدین کی۔

۔۔۔ اللہ و رسول کی اطاعت چونکہ مستقل حیثیت رکھتی ہے۔۔۔ بایں معنی۔۔۔ کہ ایک کی اطاعت دوسرے کی اطاعت ہے۔ ایک کی اطاعت کا انکار دوسرے کی اطاعت کا انکار ہے۔ اسی لئے لفظ **أَطِيعُوا** کی تکرار فرمائی گئی، بخلاف **أُولِيَ الْأَمْرِ** کی اطاعت، جو اللہ و رسول ﷺ کی تابع ہے۔

خیال رہے کہ رسول کی اطاعت اگرچہ اطاعت الہی کے بعد ہے لیکن اطاعت الہی کے تابع نہیں ہے۔ بعد ہونا اور ہے، تابع ہونا اور ہے۔ اگر ہمیں کسی حکم کو دیکھنا ہوگا، تو پہلے قرآن کریم کو دیکھیں گے، وہاں نہ ملا تو پھر حدیث رسول پر نظر کریں گے۔ اس میں بھی صراحت نہ ملی تو اجماع اور پھر قیاس مجتہد کی طرف توجہ مبذول کریں گے۔ بشرطیکہ یہ اجماع و قیاس پابند ہوں، ان اصولوں کے جن کا استنباط قرآن و حدیث سے کیا گیا ہے۔ لہذا اجماع و قیاس قرآن و حدیث کے احکامات کے نسخ نہیں ہو سکتے۔ یہی دلیل ہے ان دونوں کے تابع ہونے کی۔ بخلاف حدیث شریف کے، کہ اگر اسکے لبہائے نبوت سے نکلنے کا ثبوت شہرت و تواتر سے ثابت ہو تو

وہ قرآن کے احکام کیلئے نسخ بھی ہو سکتی ہے۔ اب رہ گئیں بعض حدیثیں جن سے نسخ قرآن جائز نہیں، تو اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ ان حدیثوں کے حدیث رسول ہونے کا ثبوت اس پایہ کا نہیں ہے، جس پائے کا ثبوت نسخ کتاب کیلئے درکار ہے۔

---الحاصل--- نسخ کتاب بالحدیث کا اصول مسلمہ اس بات کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ اطاعت مصطفیٰ کی ایک مستقل حیثیت ہے کہ ہمارے سرکارِ عربی کو اس بات کا پابند نہیں کیا گیا ہے کہ انکی انھیں باتوں میں اطاعت کی جائے جن کا ثبوت قرآن سے ہو، بلکہ رسول کریم کو اختیار دیا گیا ہے کہ جس چیز کو چاہیں حرام فرمادیں اور جس چیز کو چاہیں حلال اور امت کو پابند کر دیا گیا ہے کہ رسول کے حکم کی اطاعت کریں اور یہ نہ دیکھیں کہ آخر اسکے بارے میں قرآن نے کیا فرمایا ہے۔

’مسند امام احمد‘ میں ایک صحیح حدیث ہے جسکے سارے راوی ثقہ ہیں، جس میں فرمایا گیا ہے کہ ایک شخص بارگاہ رسالت میں اس شرط پر ایمان لائے اور اسلام قبول کیا کہ صرف دو ہی وقت کی نماز پڑھیں گے۔ حضور نے اس کو قبول فرمالیا۔ غور فرمائیے کہ قرآن کریم میں پانچ وقتوں کی نماز کی صراحت کے باوجود، رسول کریم کا ایک فرد خاص سے دو ہی وقتوں کی نماز کا قبول کر لینا کیا یہ نہیں بتاتا ہے؟ کہ رسول عربی کو شرعی اختیارات منجانب اللہ عطا فرمائے گئے ہیں۔ رسول کریم کے شرعی اختیارات کو سمجھنے کیلئے، ’التحقیق البارع فی حقوق الشارح‘ مرتبہ حضور محدث اعظم ہند علیہ الرحمۃ۔ --- نیز --- مزید تفصیل و تحقیق کیلئے ’الامن والعلی‘ للمجدد المائۃ

الحاضرۃ الامام احمد رضا رحمہ اللہ ملاحظہ فرمائیے۔ رسول ﷺ کے یہ سارے تشریعی اختیارات بتا رہے ہیں کہ رسول کریم کی اطاعت بعد اطاعت الہی تو ضرور ہے، لیکن اطاعت الہی کے تابع نہیں، جیسا کہ اجماع و قیاس، قرآن و حدیث کے تابع ہیں۔

﴿۳﴾ --- جب دنیا سے مراد ہر وہ شے ہے جو ماسوائے حق ہو اور خدا سے

غافل کر دینے والی ہو، تو ترک دنیا سے مراد ہر وہ شے سے کنارہ کشی اختیار کر لینا ہے جو خدا سے غافل کر دینے والی ہو۔ لہذا اگر کوئی پہاڑوں کی چوٹیوں پر، غاروں میں، اور جنگلوں میں دنیا کے ہنگاموں سے الگ ہو کر تنہائی کی زندگی بسر کرے، لیکن خدا سے غافل ہو تو وہ اسلامی نقطہ نظر سے 'تارک الدنیا' نہیں ہے۔ برخلاف اسکے، اگر کوئی آبادیوں میں رہے، بال بچوں کے ساتھ زندگی بسر کرے، دنیا کی ہر نعمت سے فائدہ حاصل کرے۔۔۔ الحاصل۔۔۔ دنیا کے ہنگاموں سے اپنے کو الگ نہ کر لے۔۔۔ بایں ہمہ۔۔۔ اس کا دل خدا سے غافل نہ ہو اور اسکے قلب و قالب حدودِ شرعیہ سے متجاوز نہ ہوں، تو وہ دنیا میں رہ کر بھی 'تارک الدنیا' ہے۔ ایسے 'تارک الدنیا' اُن ترک دنیا کرنے والوں پر فضیلت رکھتے ہیں جو دنیاوی ہنگاموں سے الگ رہ کر خدا کی یاد کر رہے ہیں۔ اور عقیدۂ عملاً شریعت سے غافل نہیں ہیں۔

ترک دنیا کے مذکورہ بالا مفہوم سے ظہورِ اسلام سے پہلے دنیا بے خبر تھی۔ لیکن جب خورشیدِ اسلام طلوع ہوا تو دنیا 'ترک دنیا' کے ایک اعلیٰ ترین مفہوم سے روشناس ہوئی۔ اسلام سے پہلے ترک دنیا کا صرف یہی ایک مفہوم سمجھا جاتا تھا کہ دنیا سے اپنے کو الگ کر لو اور جنگلوں میں چلے جاؤ۔ آبادیوں کو چھوڑ دو، پہاڑوں کی چوٹیوں پر بسیرا کر لو۔ شادی بیاہ سے اپنے کو بچاؤ۔ عورتوں کو عذابِ محض تصور کر لو۔ دنیا کی ہر چھوٹی بڑی نعمت سے کنارہ کش ہو جاؤ۔ خلاصہ کلام یہ کہ اپنی حیوانیت کے فطری تقاضوں کا بالکل غلام نہ بنو۔ اسلئے کہ انھیں تمام صورتوں کو اختیار کرنے کے بعد ہی روحانیت کا فروغ ہو سکتا ہے۔ نام نہاد مصلحین انسانیت نے اس ضابطہ کو بناتے ہوئے یہ نہیں سوچا کہ انسان مرکب ہے روحانیت اور حیوانیت سے، اسلئے اس کی فطرت سے وہی اصول میل کھا سکتا ہے جو ارتقاءِ روحانیت کے ساتھ ساتھ حیوانی تقاضوں کو بھی پورا کرتا ہو۔

ان حقائق کو کیسے نظر انداز کیا جاسکتا ہے کہ وہی اصول زندگی انسانی حیات کیلئے مفید ہو سکتا ہے جو اسکے تمام فطری تقاضوں کو کامل اعتدال کے ساتھ پورا کر رہا ہو۔ نہ تو وہاں دکھتی تڑپتی انسانیت کو سکون مل سکتا ہے، جہاں جذبات کو یکسر پامال کیا جا رہا ہو اور نہ وہاں انسانیت نکھر سکتی ہے جہاں تہذیب و تمدن کا سوال اٹھ گیا ہو۔ یونہی نہ کلیسائی رہبانیت دکھی انسان کا علاج ہے، اور نہ ہی آج کی مادہ پرستی میں قلب و روح کا سکون ممکن ہے۔ ارباب کلیسا ہوں یا آج کے مادہ پرست فلاسفر، دونوں ہی نے انسان کے سمجھنے میں غلطیاں کیں۔ ایک نے صرف اسکی روحانیت کو دیکھا اور دوسرے نے محض اسکے مادی پہلوؤں پر غور کیا۔ ایک نے کہا انسان فرشتہ ہے، دوسرے نے کہا درندہ ہے۔ حالانکہ انسان نہ صرف روح ہے اور نہ صرف مادہ۔ بلکہ ان دونوں کا مجموعہ ہے۔ پس ضروری ہے کہ اسکے سامنے وہ نظریہ حیات پیش کیا جائے جو اسکے حیوانی اور روحانی تقاضوں کو کامل اعتدال کے ساتھ پورا کر رہا ہو۔ اور میں پوچھتا ہوں کیا وہ دین اسلام کے علاوہ اور کوئی دین ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

ارباب کلیسا نے کہا انسان دراصل فرشتہ ہے، لہذا اسکو اپنے اندر ملکوٹی شان پیدا کرنی چاہئے، بلکہ کوشش کر کے صفوف ملائکہ ہی میں شریک ہو جانا چاہئے۔ یہ حیوانی خواہشات اس کیلئے عذاب ہیں۔ زن و شوہر کے تعلقات ختم کر دینے چاہئیں، یہی اسکے دکھ درد کا علاج ہے۔ رہبانیت الفاظ کے خوشنما پردوں میں چاہے کتنی ہی دل کش کیوں نہ نظر آئے، لیکن نفسیات کا ماہر اسے زندگی کے گونا گوں مسائل کا حل نہیں قرار دے سکتا۔ کسی بھی فطری جذبہ کو صحیح راہ پر لگایا جاسکتا ہے، فنا نہیں کیا جاسکتا۔ فرض کیجئے ہماری آبادیوں کی طرف کوئی سیلاب پوری ہولناکیوں کے ساتھ بڑھتا چلا آئے، بتائیے اس کا علاج کیا ہوگا؟ کیا موجوں کو لوریاں دے کر سلایا جاسکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ اسکا صحیح علاج یہ ہے کہ موجوں کا رخ آبادیوں سے ویرانوں کی طرف

﴿۴﴾۔۔۔ نفس سے جہاد کرنا جہاد اکبر اور جہاد حقیقی ہے۔ 'موطن طبیعت' کو چھوڑ کر 'مدینہ شریعت' میں آ بسنا 'ہجرت کبریٰ' اور 'ہجرت حقیقی' ہے۔ ہجرت و جہاد کی مذکورہ بالا شرحیں اپنے الفاظ کے لحاظ سے ایک دوسرے سے الگ ہیں، لیکن مفہوم اور مصداق دونوں کا ایک ہی ہے۔ 'ہجرت عن خواہشات النفس' ہی 'جہاد بالنفس' ہے۔ اسی طرح 'جہاد بالنفس' ہی 'ہجرت عن خواہشات النفس' ہے۔ لہذا ہر مجاہد حقیقی، مہاجر حقیقی ہے۔ اور ہر مہاجر حقیقی، مجاہد حقیقی ہے۔

'ہجرت شرعی مکانی' کیلئے ضروری ہے کہ رضائے الہی کیلئے ایک مکان سے دوسرے مکان کی طرف انتقال کیا جائے اور چونکہ یہ ہجرت بھی رضائے الہی کی پابند ہے، لہذا اس ہجرت میں بھی 'موطن طبیعت' سے نکل کر 'مدینہ شریعت' کی طرف جانا ضروری ہے۔ جس سے پتہ چلا کہ 'ہجرت شرعی مکانی' کے ضمن میں 'ہجرت حقیقی' کا وجود پایا جانا ضروری و لازمی ہے۔ برخلاف اسکے کہ 'ہجرت حقیقی' کے ضمن میں 'ہجرت مکانی' کا وجود غیر ضروری ہے۔ اسلئے کہ اگر کوئی 'انتقال مکانی' کے بغیر عقیدہ و عملاً پابند شریعت ہو تو اسے 'مہاجر حقیقی' تو کہا جائے گا لیکن وہ صاحب ہجرت مکانی نہ ہوگا۔

﴿۵﴾۔۔۔ عقل چاہتی ہے کہ انسان میرا تابع رہے۔ نفس چاہتا ہے کہ وہ میرا مطالبہ پورا کرتا رہے۔ عقل اعتدال پسند ہے، نفس انتہا پسند۔ عقل داعی الی الخیر اور ناهی عنی المُنکر ہے، نفس بالکل اسکے برعکس۔ دونوں میں شدید ترین تضاد ہے۔ ایک آگ دوسرا پانی۔ ان میں کا ہر ایک، دوسرے سے کمزور بھی نہیں، کہ زوردار کمزور کو دبا لے اور پھر مملکت انسانیت پر صرف اپنی حکومت رکھے۔ عقل کے مطالبات بظاہر بالکل خشک اور نفس کے تقاضے سرسبز و شاداب۔ عقل کے پاس وعدہ فردا، نفس کے پاس عیش امروز۔ ساتھ ہی ساتھ نفس اتنا بڑا کیا دلوں کا ہے جس کا کید و مکر اس عقل پر تو چل ہی جاتا ہے جسکے ساتھ تائید الہی نہ ہو۔

حضرت ابوالحسن خرقانی نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا تھا:

سہ چیز را غایت ندانستم، غایت معرفت الہی ندانستم،
غایت مقام مصطفیٰ ندانستم، غایت کید نفس ندانستم،
--- میں تین چیزوں کی انتہا نہ جان سکا۔

﴿۱﴾ معرفت الہی ﴿۲﴾ مقام مصطفیٰ ﴿۳﴾ فریب نفس

نفس تنہا بھی نہیں، ایک بہت بڑا نفس والا اس کا معین و مددگار بھی ہے، جس کا نام عزازیل ہے جس کو قرآن نے شیطان مردود، خناس، انسان کا کھلا ہوا دشمن، وغیرہ وغیرہ، کہہ کر اہل نفس کو شیطان مردود، خناس، انسان کا کھلا ہوا دشمن، وغیرہ وغیرہ، کہنے کا جواز پیدا کر دیا ہے۔ بلکہ اس کہنے اور سمجھنے کو سنت الہیہ اور پھر سنت نبویہ بتاتا ہے اور تہذیب و اخلاق کے باب میں ایک نئی دفعہ کا اضافہ کر دیا ہے کہ جو جس خطاب کا پورے طور پر مستحق ہو اور اس کا پورا پورا مصداق ہو اس پر اس خطاب کا اطلاق، ہرگز ہرگز، غیر شریفانہ نہیں۔ اسی اصول کی بنیاد پر چور کو چور اور شرابی کو شرابی کہنے کو انصاف اور دیانت کی کوئی عدالت معیوب نہیں سمجھتی اور اس کو گالی گلوچ سے تعبیر نہیں کرتی۔ نفس کے اس معین و مددگار عزازیل کو اللہ کی جانب سے بڑی قوتیں عطا کی گئیں ہیں اور اس کو انسانی عقل کیلئے ایک بہت بڑی آزمائش بنا دیا گیا ہے۔

--- الحاصل --- طاغوتی طاقتیں نفس کے ساتھ ہیں، لیکن عقل تنہا ہے۔ اگرچہ عقل اپنی توانائی کے اعتبار سے نفس سے کم نہیں، لیکن تنہائی اور اس کے پیغام کی، 'ظاہری خشکی' نے اس کو ایک طرح کا ناتواں ہی بنا دیا ہے۔ ایسی صورت حال میں اپنے ظاہری و باطنی حواس کو نفس کے شکنجے سے آزاد کر کے عقل کی دنیا میں آنا کس قدر دشوار ترین کام، کتنی بڑی ہجرت، اور کیسا عظیم جہاد، اور کس درجہ کی آزمائش ہے۔ لیکن قربان جانیے رحمت خداوندی پر، جسکی قدرت نے اگر ایک طرف ہماری آزمائش کیلئے فریب نفس کو سخت ترین بنانے کیلئے طاغوتی طاقتوں کو اس کا پشت پناہ بنا دیا ہے، تو دوسری

طرف عقل کو تقویت پہنچانے کیلئے اپنی تائید کا بھی سامان فراہم کر دیا ہے۔ ایک مقدس جماعت کو اپنی تائید سے مؤید کر کے عقل کا پشت پناہ بنا دیا ہے۔ جنکے ساتھ طاغوتی طاقتیں تھیں، انکو رب نے مِّنْ دُونِ اللّٰہ کہہ کر اپنا غیر یعنی اپنے سے بیگانہ بنا دیا۔ اور جنکے ساتھ اپنی تائید رکھی اسکو، نبی اللہ، رسول اللہ، اولیاء اللہ، فرما کر اپنی طرف نسبت دیکر اپنا بیگانہ قرار دیا۔ جسکا خلاصہ یہ ہے کہ یہ سارے اللہ کے محبوب و مقبول بندے، اللہ کے بیگانے، یعنی اسکے اپنے ہیں نہ کہ غیر، یعنی بیگانے۔

اللہ نے صحیفہ ہدایت یعنی قرآن کریم اور صاحب قرآن، یعنی رسول کریم کو مبعوث فرما کر سمجھا دیا کہ اے عقل! اگر تو اپنی فلاح چاہتی ہے اور تجھے دنیا و آخرت کی کامیابی درکار ہے، تو آ، قرآن اور صاحب قرآن کو اپنا سہارا بنالے۔ میں نے تیری ہدایت کیلئے ان کو تیرے قریب کر دیا ہے، اب اگر تو انکے قریب ہو جائے گی تو میرے قریب ہو جائے گی۔ اگر تو نے انہیں پشت پناہ بنا لیا، تو تجھے میری تائید اپنے سائے میں لے لیگی۔ یہ میرے غیر نہیں، میرے اپنے ہیں۔ اسی طرح میں نے جس جس کو اپنا ولی، اپنا قریب، اپنا دوست، اور اپنے دین کا مددگار کہا ہے، یہ سارے کے سارے میرے اپنے ہیں۔ میں نے اپنے فضل و کرم سے ان کو جس جس مرتبہ اور جس جس منصب سے نوازا ہے، اس میں اگر انکی شان محبوبیت کو اجاگر کرنا ہے تو وہیں یہ حکمت بھی ہے کہ وہ اپنے منصب کے مناسب تمہاری دنیا و آخرت میں مدد کریں۔ اُن کی مدد دراصل ہماری ہی مدد ہے۔ اور اگر تو نے ان سے مدد لی ہے تو یہ نہ سمجھنا کہ اللہ کے غیر سے مدد لی ہے بلکہ یہ تو میرے اپنے ہیں، غیر نہیں۔ لیکن اگر تو نے ان کے سوا شیاطین و اصنام وغیرہ کو اپنی مدد کیلئے پکارا، تو یقیناً تو نے میرے غیر کو آواز لگائی جسکا انجام بڑا ہی ہولناک ہے۔

اس حقیقت کو اس مثال سے سمجھایا جاسکتا ہے کہ ایک حکومت کے ماتحت، حکومت کی جانب سے جو محکمے ہوتے ہیں، انہیں حکومت کا غیر نہیں کہا جاسکتا۔ بلکہ وہ

حکومت کے اپنے محکمے ہوا کرتے ہیں لہذا ان محکموں کے ذمہ جو کام سپرد کیا جاتا ہے اور پھر وہ اس کو انجام دیتے ہیں تو یہی کہا جاتا ہے کہ یہ حکومت کا کیا ہوا ہے۔ تھانہ سے آپ مدد لیں یا کو توالی سے یا کسی عدالت سے، یہ مدد طلب کرنا حکومت سے مدد طلب کرنا ہے اور ان کا مدد دینا حکومت کا ہی مدد دینا ہے۔ لہذا ان محکموں سے مدد طلب کرنے کو غیر سے مدد مانگنا نہ کہیں گے۔ بخلاف اسکے کہ اگر کسی دوسری حکومت سے مدد لی جائے یا کسی ایسے محکموں سے نصرت حاصل کی جائے جو حکومت کے غیر متعلق ہوں، تو یہ یقیناً اپنی حکومت کے غیر سے مدد حاصل کرنی ہوئی۔ اور مدد کا حاصل کرنے والا حکومت کا باغی ہوا۔

بلا تمثیل۔۔۔ نبوت و ولایت کے سارے محکمے منجانب اللہ اور حکومت الہیہ کے ماتحت ہیں۔ لہذا ان محکموں سے طلب اعانت حکومت الہیہ سے ہرگز بغاوت نہیں، بلکہ یہ درحقیقت اللہ ہی سے طلب و نصرت ہے۔ جس عقل نے اس غیبی ہدایت کے اشارات سمجھ لئے، اس نے اللہ کے مقبول بندوں کو اپنا سہارا بنا لیا، اور اپنے کو انکے سپرد کر دیا اور ان کے نقش قدم پر سر رکھ کر چلنے لگی، جسکے نتیجے میں کامیابی و کامرانی نے اس کے قدم چومے۔ اور اسکے عقیدہ و عمل کے دست و بازو اتنے قوی ہو گئے کہ نفس کی توانائیاں اور اس کا ساتھ دینے والی طاغوتی طاقتیں اپنا زور نہ دکھا سکیں۔ اور نفس کے ہاتھ پیر ڈھیلے پڑ گئے۔ عقل نفس پر غالب آ گئی اور نفس کو اپنا تابع بنا لیا۔ نفس نے اگر ایک طرف شیطان کو اپنی مدد کیلئے آواز لگائی تو دوسری طرف عقل کو یہ فریب دیا کہ غیر خدا کی مدد شرک ہے۔ لہذا نہ تو اب کسی رسول و نبی سے طلب اعانت کی جاسکتی ہے اور نہ کسی ولی سے، اسلئے کہ یہ سب کے سب خدا کے غیر ہیں۔ نفس نے یہ شعبہ بازی اسلئے کی کہ عقل دھوکہ میں آ جائے اور کسی ایسی طاقت کا سہارا نہ لے لے جسکے آگے اسکی اور اسکے معاونین کی توانائیوں کو سرنگوں ہونا پڑے۔

یہ تو یقین سے نہیں کہا جاسکتا کہ نفس کا مذکورہ بالا فریب خود اسی کی جانب

سے ہے۔ یا اس کو مدد دینے والے شیطان کا دھوکہ ہے۔

لیکن اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اسے طاغوتی فکر و نظر ہی نے جہنم دیا ہے۔ نفس کو خوب معلوم ہے کہ عقل جب تک اللہ والوں سے وابستہ رہے گی، اسکو شکست دینا ناممکن ہے۔ لہذا ضروری ہے کہ پہلے مختلف انداز میں اللہ کے محبوبوں کی تحقیر کی جائے، ان کے مرتبوں کو گھٹایا جائے۔۔۔ نیز۔۔۔ ان کے مرتبوں کی نفی کی جائے، جن سے وہ اللہ کے فضل و کرم سے نوازے گئے ہیں۔ توحید کا ایسا مطلب سمجھایا جائے، جس میں تقدیس رسالت کا کوئی پہلو نہ ہو۔ رسول کی شخصیت کی ایسی تصویر کھینچی جائے جہاں علم و عمل اور فضل و کمال، حسن و جمال، جود و نوال، جاہ و جلال، اور اقتدار و اختیار کی کوئی رعنائی نہ ہو۔ نفس کی اس آواز کو جب اہل نفس نے سنا تو سوچا کہ نسخہ اچھا ہاتھ لگا ہے۔ انکے قلم متحرک ہو گئے۔ صفحہ قرطاس پر نقوش ابھرنے لگے۔ عقل کی نگاہیں اس پر پڑیں، وہ حیرت زدہ ہو کر الامان الحفیظ کہنے لگی۔

اللہ اللہ وہ رسول جسکو نصوص، عالم ماکان و مایکون بتائیں، اسکے علم شریف کو جانوروں، پانگلوں، بچوں کے علم کے مساوی اور شیطان کے علم سے کم کہا جائے۔ وہ رسول جسکی حیات جسمانی ثابت شدہ امر ہو، اس کو کہا جائے کہ 'مر کر مٹی میں مل گئے'۔ وہ رسول جن کو حکمت و کتاب کا معلم اور ساری کائنات کا استاذ بنایا گیا ہو، اس کو اپنا 'شاگرد رشید' بتایا جائے۔ وہ رسول جسکے مقدس جسم سے مس ہونے کے سبب، مزار پاک کی زمین عرش اعظم سے افضل ہو، اسکو اپنے جیسا بشر سمجھا، سمجھایا جائے۔ وہ رسول جسکے بعد کسی نبی کا نہ آنا، 'منصوص من اللہ' ہو، اسی کے زمانے میں یا اس کے بعد کسی اور نبی کے وجود کا امکان ظاہر کیا جائے۔

وہ رسول جو مقام شفاعت کبریٰ پر فائز ہو، اسے اپنی ہی عاقبت سے بے خبر بتایا جائے۔ وہ رسول جس کا ظہور سارے عالم کی ہدایت کیلئے ہوا ہو، اسے اپنی ابتدائی چالیس سالہ زندگی میں گمراہ، بھٹکا ہوا، اور شریعت سے بے خبر بتایا جائے۔۔۔

نیز۔۔۔ ان پڑھ، بادیہ نشین، ان پڑھ صحرائین، عبد باغی، مجبور محض، جیسے الفاظ سے اسکو یاد کیا جائے۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شان میں 'اسرائیلی چرواہے' کا اطلاق، معیوب اور دین و دیانت کے خلاف نہ سمجھا جائے، وغیرہ، وغیرہ۔

مِنْ أَمْثَالِهَا وَنَظَائِرِهَا جنکی عقلوں پر نفس کا غلبہ ہو گیا، تو انہوں نے نفس کی ان ساری باتوں کو عقل کی بات سمجھ لی۔ کاش کہ انکی عقلیں بے سہارا نہ ہوتیں اور وہ لاہوتی توانائیوں کو اپنا پشت پناہ بنا لیتیں، تو یقیناً ان میں عقل و نفس کے اشاروں کے مابین خط امتیاز کھینچنے کی صلاحیت پیدا ہو جاتی۔ اور وہ ان باتوں سے اسی طرح پناہ مانگتے جس طرح اسی عقل نے مانگی ہے جس کو اللہ کی تائید حاصل ہے۔

فرشتوں کے پاس صرف عقل ہے اور جانوروں کے پاس صرف نفس، اور انسان عقل و نفس کا مرکب۔ عقل نفس پر غالب آجائے، تو انسان فرشتوں کا مرکز نگاہ بن جاتا ہے۔ اسلئے کہ فرشتے تو صرف عقل والے ہیں۔ تو ان سے تو صرف عقل ہی کا کام ہوگا۔ اور یہ انسان نفس رکھ کر بھی عقل کے دامن کو نہیں چھوڑتا۔ برخلاف اس کے اگر نفس عقل پر غالب آجائے تو انسان جانوروں سے بدتر ہو جاتا ہے۔ اسلئے کہ جانور صرف نفس رکھتے ہیں تو ان سے امور نفسانیہ کے سوا اور کیا صادر ہوگا۔ لیکن یہ انسان عقل رکھتے ہوئے بھی خواہشات نفس کا تابع ہے، لہذا جانور سے بدتر ہے۔

طاغوتی طاقتیں چاہتی ہیں کہ نفس عقل پر غالب آجائے اور انسان دو ٹانگ کا جانور بن کر رہ جائے، بلکہ جانوروں سے بھی بدتر ہو جائے۔ جانور کم از کم اپنے مالک کا احسان فراموش تو نہیں ہوتا، لیکن یہ انسان کتنا بڑا ناشکرا ہے، جو قاسم نعمت الہی، صاحب صفات لامتناہی (انسانی فہم و ادراک کے اعتبار سے) دنیا و آخرت میں کام آنے والے شفیق و مہربان رسول کا وفادار نہ ہو سکا۔

لاہوتی توانائیوں کی خواہش ہے کہ عقل نفس پر غالب آجائے اور انسان فرشتوں کا مرکز نگاہ بن جائے۔ صبح و شام اس پر رحمت الہی کا نزول ہوتا رہے۔ فرشتوں

کی زبان اسکے ذکر اور اس کیلئے دعائے مغفرت سے رطب اللسان رہے۔ عقل و نفس کا یہ تصادم اور انکے نظریات کا وہ ٹکراؤ جسکی طرف میں اشارہ کر چکا ہوں، اس حقیقت کو واضح کر رہا ہے کہ اہل نفس و اہل عقل کی شناخت کیلئے ضروری ہے کہ پہلے یہ دیکھا جائے کہ اسکی زبان و اس کا قلم انکی بارگاہوں کا گستاخ تو نہیں جو عقل کی ہدایت کیلئے پیدا کئے گئے ہیں۔ اگر تحریریں و تقریریں گستاخ نہیں، بلکہ تابع فرمان ہیں تو یقیناً وہ اہل عقل سے ہے ورنہ اہل نفس۔

اہل نفس بھی عقل رکھتے ہیں لیکن غلبہء نفس کی وجہ سے انہیں اہل نفس ہی کہا جائے گا۔ اسی طرح اہل عقل بھی نفس رکھتے ہیں، لیکن غلبہء عقل کے سبب وہ اہل عقل ہی رہیں گے۔ ان جملہ حقائق کو سامنے رکھنے کے بعد آپ سمجھ لیں گے کہ عقل والا کون ہے، اور نفس والا کون ہے۔ اور وہ کون ہے جو خواہشات نفس سے مکمل طور پر ہجرت کر کے عقل کی دنیا میں آ بسا ہو۔ اور کس کے ساتھ تائید رحمانی ہے اور کس کے اوپر غلبہء شیطانی۔ پھر آپ پر یہ بات بھی واضح ہو جائے گی کہ درحقیقت 'مہاجر حقیقی' کون ہے۔ یہ پوری تفصیلات اس طرف بھی اشارہ کر رہی ہیں کہ 'صابر حقیقی' اور 'مومن کامل' اگرچہ لفظوں کے اعتبار سے دو مفہوم رکھتے ہیں، لیکن ان دونوں کا مصداق ایک ہی ہے:

لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ

-- کا مطلب گزر چکا کہ فتح مکہ کے بعد مکہ سے ہجرت نہیں، اسلئے کہ اب یہ دارالاسلام ہو گیا اور دارالاسلام کو چھوڑ کر کسی دوسرے مقام پر جا کر بس جانا 'ہجرت شرعی' نہیں۔ جو لوگ ہندوستان چھوڑ کر یا پاکستان یا کسی اور طرف بھاگ رہے ہیں اور اپنے اس فرار کو ہجرت کا نام دے رہے ہیں، وہ شدید غفلت میں ہیں۔

ہمارے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ بلکہ علماء ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم کے مذہب پر ہندوستان 'دارالاسلام' ہے، ہرگز 'دارالحرب' نہیں۔ 'دارالاسلام' کے 'دارالحرب' ہو جانے میں جو تین باتیں امام اعظم کے نزدیک درکار ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ وہاں احکام شرک علانیہ

جاری ہوں اور شریعت اسلامیہ کے احکام و شعائر مطلقاً جاری نہ ہونے پائیں۔ اور صاحبین کے نزدیک اسی قدر کافی ہے۔ مگر یہ بات بِحَمْدِ اللہ یہاں قطعاً موجود نہیں۔

اہل اسلام جمعہ و عیدین و اذان و اقامت و نماز باجماعت و غیرہا، شعائر شریعت، بغیر مزاحمت علی الاعلان ادا کرتے ہیں۔ فرائض نکاح، رضاع، طلاق، عدت، رجعت، مہر، خلع، نفحات، حضانت، نسب، ہبہ و وقف، وصیت، شفعہ، وغیرہ معاملات مسلمین ہماری شریعت کی بنا پر فیصلہ ہوتے ہیں۔ ان امور پر حضرات علماء سے فتویٰ لینا اور اسی پر عمل و حکم کرنا احکام کیلئے ضروری ہے۔ اگرچہ ہنود و مجوس و نصاریٰ ہوں۔

بِحَمْدِ اللہ یہ بھی شوکت و جبروت شریعت اعلیٰ اللہ تعالیٰ حکمہا السامیہ ہے کہ مخالفین کو بھی اپنی تسلیم و اتباع پر مجبور فرماتی ہے۔
۔۔۔ مزید تحقیق و تفصیل کیلئے ملاحظہ فرمائیے:

‘اعلام الاعلام بان ہندوستان دارالسلام‘

از افاضات عالیہ:

مجدد مائتہ حاضرہ امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ۔

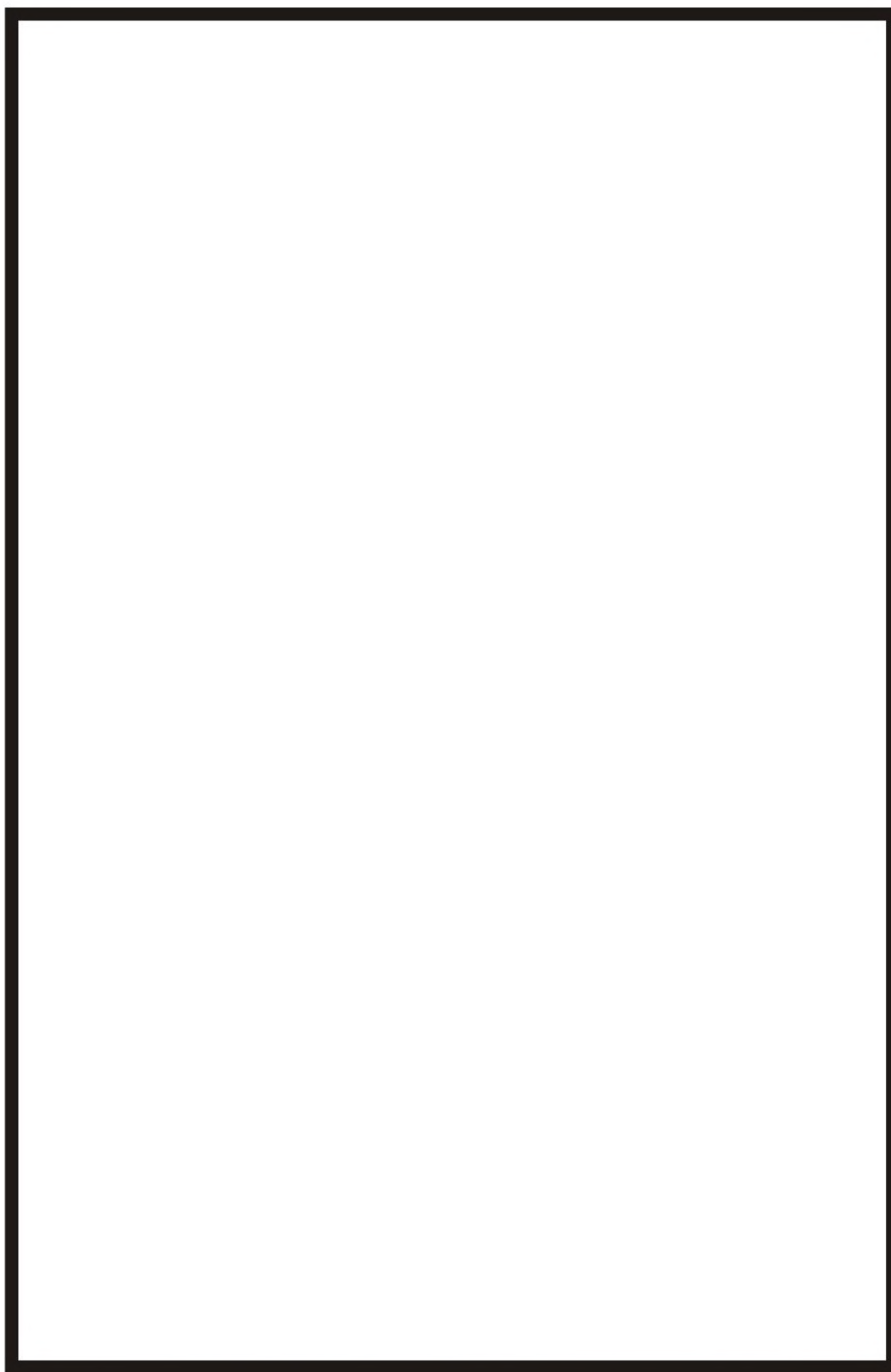
۔۔۔ الحاصل۔۔۔ ہندوستان کے دارالاسلام ہونے میں کوئی شک نہیں۔ لیکن کچھ اہل نفس ایسے ہیں جو محض ‘تحلیل ربو‘ کیلئے اس ملک کو ‘دارالحرب‘ ٹھہرا رہے ہیں۔ اور باوجود قدرت و استطاعت کے ہجرت کا خیال بھی دل میں نہیں لاتے۔ انہوں نے سوچا کہ ہندوستان کو جب تک ‘دارالحرب‘ نہیں کہا جائے گا، یہاں سود خوری کے جواز کی کوئی اجماعی صورت نہ نکلے گی۔ لہذا اس کو ‘دارالحرب‘ کہہ دیا جائے اور پھر بغیر کسی اندیشے کے سود کے لطف اٹھائے جائیں۔

عرض ناشر

مسلمانانِ عالم کیلئے اس کتاب کی افادیت کو مد نظر رکھتے ہوئے، ادارہ یہ اعلان کرتا ہے کہ جو کوئی صاحب یا صاحبہ، ثواب دارین حاصل کرنے کیلئے یا اپنے کسی رشتہ دار یا بزرگ مرحوم و مرحومہ کے ایصالِ ثواب کیلئے اگر اس کتاب کو اپنی طرف سے زیادہ تعداد میں لوگوں میں تقسیم کرنا چاہیں، تو اس ادارے سے رجوع فرمائیں۔ ہم بغیر کوئی منافع لئے ہوئے، صرف اخراجات لیکر، اس کتاب کو مہیا کر دیں گے۔ اسکے علاوہ بھی ہماری بہت سی کتابیں جو بلا ہدیہ ہیں، ہم سے منگوائی جاسکتی ہیں، جس میں اردو ترجمہ قرآن، بنامِ معارف القرآن شامل ہے۔ آپ کو صرف ڈاک کا خرچہ دینا ہوگا۔ چونکہ گلوبل اسلامک مشن کا ہیڈ کوارٹر نیویارک، امریکہ میں ہے، اسلئے ہم صرف امریکہ ہی میں یہ خدمت انجام دے سکتے ہیں۔ دوسرے علاقوں کیلئے بھی ہم سے معلومات حاصل کی جاسکتی ہیں۔

شکریہ۔

ادارہ





’تصدیق نامہ‘

میں نے گلوبل اسلامک مشن، انک، نیویارک، یو ایس اے کی کتاب بنام

’اِنَّمَا لَ الْعَمَالُ بِالنِّيَّاتِ‘ ﴿ حدیث نیت کی محققانہ تشریح ﴾

کی طباعت کے وقت اسکے ہر صفحہ کو حرفاً بحرفاً بغور پڑھا ہے۔

تصدیق کی جاتی ہے کہ اس میں موجود قرآن کریم کی آیات کریمہ اور احادیث شریفہ کے الفاظ اور اعراب دونوں بالکل صحیح ہیں۔ اور میرا یہ سرٹیفکیٹ درستگی اور اغلاط سے پاک ہونے کا ہے۔ دوران طباعت اگر کوئی زیر، زبر، پیش، جزم، تشدید یا نقطہ چھپائی میں خراب ہو جائے تو اس کا متن کتابت کی صحت سے تعلق نہیں ہے۔۔۔ علاوہ ازیں۔۔۔ کتاب ہذا میں کوئی مضمون ملک و ملت کے خلاف نہیں ہے۔

فقط

المصدق

الشیخ محمد علی نوری

Syed Mohd. Azmat Ali Noori
Research & Registration Officer
Sind, Karachi

سید محمد عظمت علی نوری

ریسرچ و رجسٹریشن آفیسر

(مکملہ اوقاف، سندھ) کراچی



مطابق محمد علی نوری

گلوبل اسلامک مشن، انک
نیویارک، یو ایس اے

معارف القرآن

اردو ترجمہ قرآن

مترجم: مخدوم الملت ابوالمحامد حضور سید محمد محدث اعظم ہند

آسان، بہترین اور انوکھا ترجمہ قرآن جسکے بارے میں اعلیٰ حضرت

احمد رضا خان صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ 'شہزادے تم نے اردو میں قرآن لکھا ہے'۔۔۔



سبب التفسیر المعدوف به تفسیر شریف

الآء۱- سيقول ۲- تلك الرسل ۳

چالیس احادیث
مبارکہ کی محققانہ
مفصل شرح

الابعد عن الاشراف وقف بحال الحديث النبوي

شيخ الاساد والمسلمين

حفظت علي محمد في شرفي جيلاني



علماء حق کی سرپرستی میں رواں دواں



اہلسنت وجماعت کا ایک چمکتا روشن ستارہ

Mailing Information:

P.O. Box 100
Wingdale, NY 12594
U.S.A.

گلوبل اسلامک میشن
كلوبك اسلامك

Contact Information:

Toll Free: (800) 786-9209
www.globalislamicmission.com
GIMUSA@GMAIL.COM

بنو لارك بنو لارك

આપ હમરાત કા ચહીતા INDIA કા
NO.1 FREE ઇસ્લામિક SMS GROUP

ASHRAFITODAY

- **ફાઇલે રશુલ** (સલ્લલ્લાહો અલયહે વસલ્લમ)
- **ફાઇલે હમરતે મૌલા અલી**
(રદીઅલ્લાહુ તઆલા અન્હો)
- **ફાઇલે હમરતે ફાતેમતુઝઝોહરા**
(રદીઅલ્લાહુ તઆલા અન્હા)
- **ફાઇલે હમરત ઇમામે હસન**
(રદીઅલ્લાહુ તઆલા અન્હો)
- **ફાઇલે હમરત ઇમામે હુસૈન**
(રદીઅલ્લાહુ તઆલા અન્હો)

કુર્આન-હદીષ, બુખુર્આને-દીન કી
નસીહતેં વ બેશુમાર દીની માલુમાત

અબ આપ કે મોબાઇલ પર પાઇએ

દોસ્તો ! આપ બસ ઇતના કીજીયે

અપને મોબાઇલમેં JOIN ASHRAFITODAY ટાઇપ
કરે ઓર 92195 92195 પર SMS SEND કરે.

ખુદ ભી મેમ્બર બને ઓર દુસરો કો ભી બનાએ